# حضرت موسیٰؑ کے معجزات کے بارے میں سر سید احمد خان کے تصورات کا جائزہ

# *A review of Sir Syed Ahmad Khan's ideas about the miracles of Hazrat Musa (A.S)*

**Abdul Jabbar**
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Loralai, Balochistan:
abdul.jabbar@uoli.edu.pk

**Syed Hayatullah**
*Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Loralai, Balochistan:*
syed.hayatullah@uoli.edu.pk

**Anjum Riaz**
*Lecturer,Department of Islamic Studies,Sardar Bahadur khan women's University, Balochistan:*
anjumriaz3@yahoo.com

**Abstract:**
*Miracles in Islam play an important role to further strengthen the prophet hood of any prophet. Therefore, it has become a significant part of Islamic faith for the Muslims. This article particularly elaborates the most prominent Miracles bestowed to the Prophet Musa علیہ السلام by all mighty Allah. The scholars of all times have explained them with reference to the Qura'n and their opinions are aligned with each other. Nevertheless, Sir Syed Ahmed khan (one of the most famous scholars and theologians of the sub-continent) has given a different interpretation and explained the Miracles of Prophet Musa علیہ السلام from a different point of view, which have been discussed in details for the readers in this article. This article is also very interesting for the readers where they happen to read the opinions of both the orthodox scholar and that of a modern age theologian.*

**Keywords:** *Miracle , Prophet Musa, Qura'n , Law of nature, Sir Syed Ahmed khan.*

اسلام ایک ہمہ گیر اور جامع دین ہے، جس میں کائنات کے ذرے ذرے کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ کائنات کا یہ سارا نظام اللہ کی قدرت کے تابع ہو کر چل رہا ہے، اس میں ہمیں بہت ساری چیزیں عادتِ عام کے موافق ہوتے ہوئے نظر آرہی ہیں، جبکہ بے شمار ایسی چیزیں بھی ہیں جن کا ظاہری سبب و مسبب اور علت و معلول کے قوانین سے کوئی تعلق ہوتا ہوا نظر نہیں آتا، وہ محض قدرت الٰہی کے کرشمے ہوتے ہیں، اگرچہ ان کے پیچھے اسباب غیبیہ، جو کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتے ہیں، کارفرما ہوتے ہیں۔

بحیثیت مسلمان ہمیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات وارشادات اور اُن کے بتائے ہوئے طریقوں کا پابند رہنا چاہیے، اسی میں ہمارے لئے دونوں جہانوں کی تمام کامیابیاں مضمر ہیں۔ جہاں تک عقل انسانی کا تعلق ہے تو اس کی رسائی ناقص ہے، اس سے حاصل کردہ علم نامکمل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عقل ہی کے ذریعے انسان باقی تمام مخلوقات جاندار و غیر جاندار سے ممتاز اور افضل و مشرف ہے، لیکن قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾[1]

''اور تمہیں (ساری انسانیت کو) تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے''۔

میرے مضمون کا عنوان ہے ''حضرت موسیٰؑ کے معجزات کے بارے میں سرسید احمد خان کے تصورات'' اس موضوع کو زیر بحث لانے کے اسباب و محرکات مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) میری ذاتی دلچسپی اس جیسے موضوعات پر تحقیق کرنے کی ہے، کیونکہ تحقیق کے لئے جدت کا ہونا ضروری ہوتا ہے، یعنی ایسا موضوع ہو جس پر کام پہلے نہ ہوا ہو۔ چونکہ ہم ایک ایسے معاشرے میں رہ رہے ہیں، جس میں سرسید احمد خان صاحب کے نام لیوا اور اس کے ساتھ فکری ہم آہنگی رکھنے والے لوگ خاصی تعداد میں ہیں۔ اور اس کی عصری علوم کے حصول کے لئے انتھک جدوجہد اور دو قومی نظریے کو وجود میں لانے اور بالآخر اسی دو قومی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان کے قیام کی جدوجہد بے حد متاثر ہیں۔ اس لئے میرے

[1] بنی اسرائیل 85:17

خیال میں سر سید احمد خان صاحب کے معجزات انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضرت موسیٰؑ کے معجزات کے متعلق تصورات اور دوراز کار تأویلات کا جائزہ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(2) ایک دینی اور اخلاقی فریضہ سمجھتے ہوئے اس موضوع پر بحث شروع کیا، تاکہ اس کے بارے میں اپنے علم میں بھی اضافہ کر سکوں کہ ان قرآنی معجزات کی اصل حقیقت قرآن واحادیث کی روشنی میں کیا ہے اور سر سید احمد خان نے ان تصورات کو اپنے ذہن میں کیوں جگہ دی اور ساتھ ہی قارئین کو حتی الوسع حضرت موسیٰؑ کے قرآنی معجزات سے آگاہ کیا جاسکے۔

(3) عصر حاضر میں سائنس اور ٹیکنالوجی نے نت نئی ایجادات واختراعات اور نئے افکار و نظریات کے مختلف دروازے کھول دیئے، جس سے نئی نسل بے حد متأثر ہوئی اور سر سید احمد خان کے افکار و نظریات کی طرف زیادہ توجہ ہوئی اور اسلاف کے تسلسل سے پہنچے ہوئے اسلامی عقائد میں شکوک وشبہات پیدا ہونے لگے۔ اس لئے مناسب سمجھا کہ اس موضوع پر ایک تحقیقی اور تنقیدی مضمون لکھا جائے۔

حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ قرآن مجید میں تمام أنبیاء علیہم السلام سے زیادہ آپ ہی کا نام آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو اس کی نبوت کی تائید اور ثبوت کے لئے بہت سے معجزات (خارق العادت اشیاء) عطاء فرمائے تھے، جن کا ذکر قرآن مجید کی سورتوں: بقرہ، اعراف، نمل، قصص، اسراء، طٰہٰ، زخرف، مؤمن، قمر اور سورۃ النازعات میں مختلف طریقوں سے کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ اسراء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِذْ جَاۗءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا،قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَاۗىِٕرَ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾[2]

---

[2] بنی اسرائیل 101-102:17

"اور ہم نے دیں موسیٰ کو نو نشانیاں صاف پھر پوچھ بنی اسرائیل سے جب آیا وہ اُن کے پاس تو کہا اس کو فرعون نے میری اٹکل میں تو موسیٰ تجھ پر جادو ہوا، بولا تو جان چکا ہے کہ یہ چیزیں کسی نے نہیں اُتاریں مگر آسمان اور زمین کے مالک نے سمجھانے کو اور میری اٹکل میں فرعون تو غارت ہوا چاہتا ہے۔"

اسی طرح سورۂ طٰہٰ، نمل، زخرف اور النازعات میں تعداد بتائے بغیر معجزات کو صرف "آیات" کے نام سے ذکر کیا گیا ہے، کسی جگہ "آیات بینات" اور کہیں "آیات مُفَصَّلَات" اور کسی موقع پر "الآیۃ الکبریٰ" اور کہیں صرف "اٰیاتنا" سے معجزات کو تعبیر کیا ہے۔ اوران تفصیلی اوراجمالی تعبیرات کے علاوہ مذکورہ بالا تمام سورتوں میں علیحدہ علیحدہ نشانات (معجزات) کا بھی ذکر موجود ہے اگر ان سب کو یک جا کیا جائے تو حسب ذیل فہرست بن سکتی ہے:

عصاء، یدبیضاء، سنین (قحط) نقصِ ثمرات (پھلوں کا نقصان) طوفان، جراد (ٹدی) قمل (جوں) ضفادع (مینڈک) دم (خون) فلق بحر (قلزم کا پھٹ کر دو حصے ہو جانا) من وسلویٰ (حلوا اور بٹیر) غمام (بادلوں کا سایہ) انفجار عیون (پتھر سے چشموں کا بہہ پڑنا) تتق جبل (پہاڑ کا اکھڑ کر سروں پر آجانا) اور نزول تورات۔ یہاں حضرت موسیٰؑ کے صرف چند مشہور معجزات اور اُن کے بارے میں سر سید احمد خان کے نقطۂ نظر کو بیان کیا جاتا ہے۔

## فلقِ بحر اور غرقِ فرعون

فلق بحر یا عبور بحر اور اس میں فرعون کا مع اپنی لشکر کے غرق ہونا اس معجزہ کو قرآن کریم نے مختلف جگہوں پر تفصیل سے بیان کیا ہے، یہ حضرت موسیٰؑ کا مشہور معجزہ ہے جس کو تقریباً ہر مسلمان جانتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْاَوْحَيْنَآاِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا لَاتَخٰفُ دَرَكًاوَّلَاتَخْشٰى،فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَاغَشِيَهُمْ﴾[3]

[3] طٰہٰ 78:20-77

"اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کو کہ لے نکل میرے بندوں کو رات سے، پھر ڈال دے اُن کے لئے سمندر میں رستہ سوکھا نہ خطرہ کر آپکڑنے کا اور نہ ڈر ڈوبنے سے، پھر پیچھا کیا ان کا فرعون نے اپنے لشکروں کو لے کر، پھر ڈھانپ لیا اُن کو پانی نے جیسا ڈھانپ لیا۔"

## سر سید کا نقطۂ نظر

سر سید احمد خان نے ایک عجیب و غریب انداز میں قرآن مجید کے بیان کی عجیب تفسیر کرتے ہوئے اس واقعہ کو ایک جوار بھاٹے (سمندر کے مدّ و جزر) سے تعبیر کیا ہے اور اسے موافقِ قانون قدرت کہا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں:

"تمام مفسرین حضرت موسیٰؑ کے عبور اور فرعون کے غرق ہونے کو بطور ایک ایسے معجزے کے قرار دیتے ہیں جو خلاف قانون قدرت واقع ہوا ہو جس کو انگریزی میں "سُپر نیچرل" کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری وہ پھٹ گیا اور پانی مثل دیوار یا پہاڑ کے اِدھر اُدھر کھڑا ہو گیا اور پانی نے بیچ میں خشک رستہ چھوڑ دیا حضرت موسیٰؑ اور تمام بنی اسرائیل اُس رستہ سے پار اُتر گئے فرعون بھی اُسی رستہ میں دوڑ پڑا اور پھر سمندر مل گیا اور سب ڈوب گئے، اگر در حقیقت یہ واقع خلاف قانون قدرت واقع ہوا تھا تو خدا تعالیٰ سمندر کے پانی ہی کو ایسا سخت کر دیتا کہ مثل زمین کے اُس پر سے چلے جاتے، خشک رستہ نکالنے ہی سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ واقعہ یا معجزہ جو اُس کو تعبیر کرو مطابق قانون قدرت کے واقعہ ہوا تھا۔ جو مطلب مفسرین نے بیان کیا ہے وہ مطلب قرآن مجید کے لفظوں سے بھی نہیں نکلتا۔"[4]

قرآن مجید میں سمندر کے درمیان سے رستہ بننے سے متعلق تین جگہ ذکر آیا ہے:

---

[4] سر سید احمد خان، تفسیر القرآن، ص143-140

(۱) سورۂ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿اِذْفَرَقْنَابِکُمُ الْبَحْرَ﴾[5]

(۲) سورۂ شعراء میں ہے:﴿اَوْحَیْنَااِلٰی مُوْسٰی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ﴾[6]

(۳) سورۂ طٰہٰ میں فرمایاہے:﴿وَلَقَدْاَوْحَیْنَآاِلٰی مُوْسٰی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَھُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا لَاتَخٰفُ دَرَکًاوَّلَاتَخْشٰی،فَاَتْبَعَھُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِہٖ فَغَشِیَھُمْ مِنَ الْیَمِّ مَاغَشِیَھُمْ﴾[7]

سر سید اِن تینوں آیات کی کس طرح سے تاَویل و تفسیر کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"پہلی آیت میں تو کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے سمندر کے جدا ہو جانے یا پھٹ جانے کو خلاف قانون قدرت قرار دیا جاسکے۔ دوسری آیت میں جو الفاظ ہیں اُنہی پر تمام مفسرین کا دار و مدار ہے وہ "اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ" کے یہ معنٰی لیتے ہیں کہ خدا نے موسیٰ سے کہا کہ سمندر کو اپنی لاٹھی سے مار چنانچہ حضرت موسیٰ نے لاٹھی ماری اور سمندر ہٹ گیا یا پھٹ گیا یا سمندر کی تہ زمین کھل گئی..... اصل یہ ہے کہ یہودی اس بات کے قائل تھے کہ حضرت موسیٰؑ کے لاٹھی مارنے سے سمندر پھٹ گیا تھا اور زمین نکل آئی تھی اور لاٹھی مارنے سے پتھر میں سے پانی بہ نکلا تھا، علماء اسلام تفسیروں میں اور خصوصًا بنی اسرائیل کے قصوں میں یہودیوں کی پیروی کرنے کے عادی تھے اور قرآن مجید کے مطالب کو خواہ نخواہ کھینچ تان کر یہودیوں کی روایتوں کے موافق کرتے تھے اس لئے اُنھوں نے اس جگہ بھی اور وہاں بھی جہاں قرآن میں

---

[5] البقرہ50:2

[6] الشعراء62:26

[7] طٰہٰ77-78:20

آیا ہے:﴿اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَفَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَاعَشَرَةَعَيْنًا﴾[8] ضرب کے معنیٰ زدن کے لیئے اور اُس سیدھی سادھی معجزہ کو ایک معجزہ خارج از قانون قدرت بنادیا۔

اِس مقام پر ضرب کے معنیٰ "زدن" کے نہیں ہیں بلکہ چلنے کے یا جلد چلنے کے ہیں جیسے کہ عرب بولتے ہیں "ضَرَبَ فِیْ الْاَرْضِ" چلا یا دوڑا زمین پر خود قرآن مجید میں آیا ہے:﴿وَاِذَاضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصِرُوْامِنَ الصَّلٰوةِ﴾[9] [ترجمہ واضح ہے]پس صاف معنیٰ یہ ہیں کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ کو کہا کہ اپنی لاٹھی کے سہارے سے سمندر میں چل وہ پھٹا ہوا یا کھلا ہوا ہے یعنی پایاب ہو رہا ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں جو آیت ہے اس میں صاف بیان ہوا ہے کہ میرے بندوں کو رات کو سمندر میں سوکھے رستہ سے لیکر نکل چل پس جو معجزہ تھا وہ یہی تھا کہ ایسی مشکل کے وقت میں سمندر کے پایاب ہونے سے خدا تعالیٰ نے موسیٰ کو اور تمام بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجے سے بچا دیا اور جب فرعون نے پایاب اُترنا چاہا تو پانی بڑھ گیا تھا وہ معہ اپنے لشکر کے ڈوب گیا۔"[10]

سر سید اسی واقعہ کو ایک اور مقام پر اور طرح سے بیان کرتا ہے۔ چنز نچہ وہ تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں:

"معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت بسبب جوار بھاٹے [سمندر کا اُتار چھڑاؤ، مدّ جزر] کے جو سمندر میں آتا رہتا ہے اُس مقام پر کہیں خشک زمین نکل آئی تھی اور کہیں پایاب رہ جاتی تھی بنی اسرائیل پایاب وخشک راستہ سے باہر اُتر گئے۔ یہی مطلب صاف اس اٰیت سے پایا جاتا ہے جو سورۂ دخان میں ہے کہ:﴿وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهَوًا﴾[11] (۱۱) جس کا ٹھیک مطلب یہ ہے کہ

---

[8] البقرہ2:60

[9] النساء4:101

[10] سر سید احمد خان، تفسیر القرآن، ص153-144

[11] الدخان44:24

چھوڑ چل سمندر کو ایسی حالت میں کہ اُترا ہوا ہے۔ صبح ہوتے فرعون نے جو دیکھا کہ بنی اسرائیل پار اُتر گئے اُس نے بھی اُن کا تعاقب کیا اور لڑائی کی گاڑیاں اور سوار و پیادے غلط رستے پر سب دریا میں ڈالدیئے اور وہ وقت پانی کے بڑھنے کا تھا لحہ لحہ میں پانی بڑھ گیا جیسے کہ اپنی عادت کے موافق بڑھتا ہے اور ڈوباؤ ہو گیا جس میں فرعون اور اس کا لشکر ڈوب گیا۔"[12]

سرسید نے دوسرے مقامات کی طرح یہاں بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ "غرق فرعون اور نجات موسیٰؑ" کا یہ واقعہ معجزہ کی بجائے مادی اسباب و علل کی بنا پر وقوع پذیر ہوا تھا۔ یعنی عین قانونِ قدرت کے مطابق ہوا تھا۔

سر سیّد احمد خان صاحب نے بنی سرائیل کے عبور بحر کے متعلق ایک نقشہ بھی دیا ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بنی اسرائیل نے بحر قلزم کے شمالی دھانہ پر جا کر اس کو عبور کیا ہے۔ مگر قرآنی تصریحات اس کا قطعی انکار کرتی ہیں اور سیّد صاحب کی بات بالکل نہیں بنتی، کیونکہ قرآن کریم نے تو اس خاص مقام جس سے بنی اسرائیل پار ہوئے تھے کا ذکر نہیں کیا ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے قصص القرآن میں سرسید کی مزعومہ خیال کی تردید بڑے عالمانہ اور محققانہ انداز سے فرمائی ہے۔ اور لکھا ہے کہ قرآن عزیز کی سورۂ بقرہ اور سورۂ شعراء کی آیات میں دو باتوں کا صاف صاف تذکرہ موجود ہے۔ ایک "فلق یا فرق بحر" اور دوسرے دونوں جانب پانی کا پہاڑ کی طرح کھڑا ہو گیا اور درمیان سے رستہ پیدا ہو گیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"عربی لغت میں "فرق" کے معنیٰ دو ٹکڑے کر کے جدا کر دینے کے آتے ہیں خصوصًا "بحر" کی نسبت کے ساتھ چنانچہ کتب لغت میں ہے "فرق البحر ای فلقه" سر کی مانگ کو بھی "فرق" اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ سر کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے بیچ میں نکالی جاتی ہے اور "فلق" کے متعلق اس طرح مذکور ہے "فلق الشیٔ، شقه والفلق" انشق یعنی اس نے فلاں شے کو ٹکڑے کر دیا اور وہ ٹکڑے ہو گئی اسی لئے "فالق" اس دراڑ کو کہتے ہیں جو پتھر کے درمیان ہو جاتی ہے، اسی

[12] سر سید احمد خان، تفسیر القرآن، ص162

طرح "طود" کے معنی بڑے پہاڑ کے ہیں "الطود، الجبل العظیم" پس ان لغوی تصریحات کے بعد ان ہر دو آیات کا صاف اور سادہ مطلب یہ ہوا کہ دریا کا پانی یقیناً دو ٹکڑے ہو گیا اور وہ دونوں جانب دو کھڑے ہوئے پہاڑوں کی طرح بن گیا اور درمیان میں راستہ پیدا ہو گیا اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ بنی اسرائیل نے دریا کے ایسے حصے سے عبور کیا ہو جو دہانہ اور کنارہ کے سامنے کا حصہ نہ ہو بلکہ پانی کا ایسا حصہ جو درمیان سے پھٹ کر دو حصے بن سکتا ہو، دوسرے الفاظ میں یوں کہہ دیجئے کہ قرآن عزیز صاف صاف اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ بنی اسرائیل خشکی کی راہ سے قلزم کے دہانہ یا کنارے سے نہیں گزرے تھے بلکہ دریا کے کسی درمیانی حصہ کو عبور کر کے میدان سینا میں پہنچے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ "مدّ و جزر" (جوار بھاٹا) طولانی حصے میں دہانے کی جانب ہوا کرتا ہے عرض میں اس طرح کبھی نہیں ہوتا کہ پانی دونوں جانب سمٹ جائے اور بیچ میں خشکی کی راہ پیدا ہو جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان "نشان" (معجزہ) کا انکار کرتے ہوئے اس کو روزمرہ کے مادی اسباب کے نیچے لانے کی سعی کرنا قرآنی تصریحات کے بالکل خلاف اور اس کی تحریف کے مرادف ہے۔"[13]

## ید بیضاء

ید بیضاء یعنی ہاتھ کا سفید اور چمکدار ہونا، یہ حضرت موسیٰؑ کا اس طرح کا معجزہ ہوا کرتا تھا کہ جب حضرت موسیٰؑ اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر بغل میں دبا کر باہر نکالتے تو یکایک تمام دیکھنے والوں کے لئے بالکل سفید اور چمکتا ہوا نظر آتا تھا۔[14]

قرآن مجید نے اس کو سورۂ اعراف اور سورۂ شعراء میں اس طرح بیان کیا ہے:

﴿وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ﴾[15]

---

[13] سیوہاروی، مولانا محمد حفظ الرحمٰن، قصص القرآن، حصہ ا، ص319-320

[14] تھانوی، مولانا اشرف علی، بیان القرآن، لاہور، تاج کمپنی لمیٹڈ، 1988ء، ج ا، ص339

"اور نکالا اپنا ہاتھ تو اُسی وقت وہ سفید نظر آنے لگا دیکھنے والوں کو۔"

سورۃ القصص میں بھی اللہ تعالیٰ نے ید بیضاء کا ذکر کیا ہے اور عصا اور ید بیضاء کے معجزہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے لئے دو سندیں قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اُسْلُکْ یَدَکَ فِیْ جَیْبِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْءٍ وَاضْمُمْ اِلَیْکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّھْبِ فَذَانِکَ بُرْھَانَانِ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَئِہٖ﴾[16]

" ڈال اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں نِکل آئے سفید ہو کر نہ کہ کسی بُرائی سے اور ملالے اپنی طرف اپنا بازو ڈر سے سو یہ دو سندیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں پر"

## سرسید کا نقطۂ نظر

سرسید احمد خان اس عظیم معجزہ جس کو اللہ تعالیٰ نے "برھان" فرمایا ہے، کو ایک خیالی، وہمی کیفیت اور قوتِ نفسِ انسانی قرار دیتے ہیں اور اس کے معجزہ (مافوق الفطرت) ہونے سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب یہ بات تسلیم کی گئی کہ انسان میں ایک ایسی قوت ہے کہ انسان اُس کے ذریعہ سے قوائے متخیلہ کی طرف توجہ کرتا ہے اور پھر اس میں ایک خاص قسم کا تصرف کرتا ہے اور اُن میں طرح طرح کے خیالات اور گفتگو اور صورتیں جو کچھ اُس کو مقصود ہوتی ہیں ڈالتا ہے پھر اُن کو اپنے نفس مؤثرہ کی قوت سے دیکھنے والوں کی حس پر ڈالتا ہے۔ پھر دیکھنے والے ایسا ہی دیکھتے ہیں کہ گویا وہ خارج میں موجود ہے حالانکہ وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور قرآن مجید کے الفاظ سے .....پایا جاتا ہے کہ لاٹھیاں اور رسیاں اسی قوت متخیلہ کے سبب سانپ یا اژدھے دکھائی دیتی تھیں تو ید بیضاء کا مسئلہ از خود حل ہو جاتا ہے کیونکہ اُس کا بھی لوگوں کے اس طرح پر دکھائی

---

[15] الاعراف 108:7۔ نیز، الشعراء 33:26

[16] القصص 32:28

دینا اُسی قوت نفس انسانی اور تصرف قوت متخیلہ کا سبب تھا نہ یہ کہ وہ کوئی معجزہ مافوق الفطرت تھا۔ اور در حقیقت حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی ماہیت بدل جاتی تھی۔

جہاں قرآن مجید میں ید بیضاء کا ذکر آیا ہے وہاں یہ مضمون بھی موجود ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ یکا یک چٹا[چمکدار، سفید] تھا دیکھنے والوں کے لئے:﴿وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِيْنَ﴾[17] اور یہ مضمون صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں وہ چٹا دیکھائی دیتا تھا جو اثر قوت نفس انسانی کا تھا نہ کوئی معجزہ مافوق الفطرت"[18]

## عصا موسیٰؑ

بنی اسرائیل بحر قلزم کو پار کر کے جس لق دق میدان میں پہنچے اس کو توراۃ کی زبان میں بیابان شور، سین، وادیٔ سینا(تیہ) کہتے ہیں۔ یہاں شدید گرمی پڑتی ہے اور بے آب و گیاہ میدان ہے اس لئے بنی اسرائیل گھبرا گئے اور حضرت موسیٰؑ سے فریاد کرنے لگے کہ ہمیں شدید پیاس لگی ہے ہم پانی کہاں سے پئیں۔ تو حضرت موسیٰؑ نے درگاہ الٰہی سے التجاء کی، وحی کے ذریعے حکم ہوا کہ اپنا عصا اس مخصوص پتھر پر مارو، حکم کی تعمیل کرتے ہی فوراً بنی اسرائیل کے بارہ اسباط(قبائل) کے لئے اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے جس سے بنی اسرائیل نے پانی پی کر مطمئن ہو گئے۔ یہ حضرت موسیٰؑ کا ایک عظیم معجزہ تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذِاسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَااضْرِبْ بِّعَصَاكَ الحَجَرَفَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشَرَةَعَيْنًا،قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ،كُلُوْاوَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَاتَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾[19]

---

[17] الاعراف7:108۔ نیز، الشعراء33:26

[18] سر سید احمد خان، تفسیر القرآن، ص729

[19] البقرہ60:2

"اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو ہم نے کہا مار اپنے عصاء کو پتھر پر سو بہہ نکلے اس سے بارہ چشمے پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ، کھاؤ پیو اللہ کی روزی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے۔"

## ☆ علمی نکتہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک بہترین اور باریک نکتہ نکالا ہے:

"جو کوتاہ نظر ان معجزات کا انکار کرتے ہیں..... دیکھو مقناطیس تو لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اس پتھر نے پانی کھینچ لیا تو انکار کی کیا وجہ۔"[20]

## عصا کا سانپ بن جانا

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے عصاء کے سانپ بن جانے اور فرعون اور اس کے تمام جادوگروں کے تماشے کو خاک میں ملا دینے کی نسبت ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ﴾[21]

"اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کو کہ ڈال دے اپنا عصا سو وہ جبھی لگا نگلنے جو سانگ [نقل، تماشا، شعبدہ] انہوں نے بنایا تھا۔"

سورۂ نمل میں عصا کے سانپ بن جانے اور حضرت موسیٰؑ کا اپنی لاٹھی سے ڈر جانے کی نسبت ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَاَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ﴾[22]

---

[20] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، ص14

[21] الاعراف 117:7

"اور ڈال دے لاٹھی اپنی پھر جب دیکھا اس کو بَھن [سانپ کا پھیلا ہوا سر جو وہ غصے کی حالت میں پھیلاتا ہے] ہلاتے جیسے سفید پلا سانپ سٹک [پتلا سانپ] لوٹا پیٹھ پھیر کر اور مڑ کر نہ دیکھا اے موسٰی! مت ڈر میں جو ہوں میرے پاس نہیں ڈرتے رسول۔"

سورہ قصص میں اللہ تعالٰی نے عصا اور ید بیضاء دونوں کو ایک ہی جگہ بیان فرما کر ان دونوں کو اپنی طرف سے دو برہان (سندیں) یعنی حضرت موسیٰؑ کی تصدیق اور تائید کی دو ایسی ناقابل تردید دلیلیں بتائی ہیں جن کا پوری کائنات توڑ نہیں سکتی۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَاَنْ اَلْقِ عَصَاکَ فَلَمّا رَاٰھَا تَھْتَزُّ کانّھا جَانٌّ وَلّٰی مُدْبِرًا وَلَمْ یُعَقِّبْ یٰمُوْسٰیٓ اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ، اُسْلُکْ یَدَکَ فِیْ جَیْبِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْءٍ وَاضْمُمْ اِلَیْکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّھْبِ فَذَانِکَ بُرْھَانَانِ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَئِہٖ اِنَّھُمْ قَوْمًا فٰسِقِیْنَ﴾[23]

"اور یہ کہ ڈال دے اپنی لاٹھی پھر جب دیکھا اس کو پھن ہلاتے جیسے پتلا سانپ اُلٹا پھرا منہ موڑ کر اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر اے موسیٰ! آگے آ اور مت ڈر تجھ کو کچھ خطرہ نہیں ڈال اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں نِکل آئے سفید ہو کر نہ کہ کسی بُرائی سے اور ملا لے اپنی طرف اپنا بازو ڈر سے سو یہ دو سندیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں پر بیشک وہ تھے لوگ نافرمان۔"

سورۂ طٰہٰ میں اللہ تعالٰی عصاء موسیٰ خود حضرت موسیٰ کی زبان سے بیان فرماتے ہیں اور پھر اس کے سانپ بن جانے اور خود حضرت موسیٰؑ کا اس سے ڈر جانے اور پھر اس کا اپنی اصلی حالت پر لوٹ آنے کا ذکر ہے، ساتھ ہی ید بیضاء کا بھی ذکر ہے۔ کلام مجید میں آیا ہے:

---

[22] النمل 10:27

[23] القصص 32:28

﴿وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی،قَالَ ھِیَ عَصَایَ،اَتَوَکَّؤُاعَلَیْھَاوَاَھُشُّ بِھَاعَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْھَامَاٰرِبُ اُخْرٰی،قَالَ اَلْقِھَایٰمُوْسٰی،فَاَلْقٰھَافَاِذَاھِیَ حَیَّۃٌ تَسْعٰی،قَالَ خُذْھَا وَلَاتَخَفْ،سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَاالْاُوْلٰی،وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْءٍاٰیَۃً اُخْرٰی،لِنُرِیَکَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی﴾[24]

"اور یہ کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ، بولا یہ میری لاٹھی ہے اِس پر ٹیک لگاتا ہوں اور پتّے جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں پر اور میرے اس میں چند کام ہیں اور بھی فرمایا ڈال دے اس کو اے موسیٰ تو اس کو ڈال دیا پھر اسی وقت وہ تو سانپ ہو گیا دوڑتا ہوا فرمایا پکڑ لے اس کو اور مت ڈر ہم ابھی پھیر دیں گے اس کو پہلی حالت پر اور ملا لے اپنا ہاتھ اپنی بغل سے کہ نکلے سفید ہو کر بلا عیب یہ نشانی دوسری تا کہ دکھائے جائیں ہم تجھ کو اپنی نشانیاں بڑی۔"

## سر سید احمد خان کا نظریہ

سر سید احمد خان مذکورہ بالا تمام قرآنی واقعات (معجزات) کیفیات کو جو حضرت موسیٰؑ سے متعلق تھے قوت نفس انسانی قرار دیتے ہوئے اپنی تفسیر القرآن میں یوں لکھتے ہیں:

"یہ کیفیت جو حضرت موسیٰ پر طاری ہوئی تھی قوت نفس انسانی کا ظہور تھا جس کا اثر خود اُن پر ہوا تھا۔ یہ کوئی معجزہ مافوق الفطرت نہ تھا۔ اور نہ اس پہاڑ کی تلی[زیر، تحت] میں جہاں یہ امر واقع ہوا کسی معجزہ کے دکھانے کا موقع تھا۔ اور نہ یہ تصور ہو سکتا ہے کہ وہ پہاڑ کی تلی کوئی مکتب تھا جہاں پیغمبروں کو معجزے سکھائے جاتے ہوں اور معجزوں کی مشق کرائی جاتی ہو۔ حضرت موسیٰ میں ازروئے فطرت وجبلّت کے وہ قوت نہایت قوی تھی جس سے اس قسم کے اثر ظاہر ہوتے ہیں۔ اُنہوں نے اس خیال سے کہ وہ لکڑی سانپ ہے اپنی لاٹھی پھینکی اور وہ اُن کو سانپ

[24] طٰہٰ 17:20-23

یا اژدھا دکھائی دی یہ خود اُن کا تصرف اپنے خیال میں تھا وہ لکڑی لکڑی ہی تھی اُس میں فی الواقع کچھ تبدیل نہیں ہوئی تھی۔"[25]

## نتیجہ:

اسلام میں معجزات کسی بھی نبی کی نبوت کو مزید مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، کیونکہ یہ نبی کی نبوت کی علامات اور نشانیاں ہیں۔ اس لیے یہ مسلمانوں کے لیے اسلامی عقیدے کا ایک اہم حصہ بن گیا ہے۔ یہ مضمون خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کردہ نمایاں ترین معجزات کی وضاحت کرتا ہے۔ ہر دور کے علماء نے قرآن کے حوالے سے ان کی وضاحت کی ہے اور ان کی آراء ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں۔ اس کے باوجود سر سید احمد خان (برصغیر کے مشہور عالموں اور ماہرین الہیات میں سے ایک) نے ایک مختلف تشریح کی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو مختلف نقطہ نظر سے بیان کیا ہے، جن پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اس مضمون میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بارے میں سر سید احمد خان کی آراء کو تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مضمون قارئین کے لیے بہت دلچسپ ہے جہاں وہ تقلید پسند (مذہبی) علماء اور جدید سکالر دونوں کی رائے پڑھتے ہیں۔

عصر حاضر میں سائنس اور ٹیکنالوجی نے نت نئی ایجادات واختراعات اور نئے افکار و نظریات کے مختلف دروازے کھول دیئے، جس سے نئی نسل بے حد متأثر ہوئی اور سر سید احمد خان کے افکار و نظریات کی طرف زیادہ توجہ ہوئی اور اسلاف کے تسلسل سے پہنچے ہوئے اسلامی عقائد میں شکوک وشبہات پیدا ہونے لگے۔ اس لئے مناسب سمجھا کہ اس موضوع پر ایک تحقیقی اور تنقیدی مضمون لکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر سی محنت کو اپنے دربار الٰہی میں قبول فرمائیں اور لوگوں کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین

---

[25] سر سید احمد خان، تفسیر القرآن، ص726-727